سمیرا حمید
خسارہ

سمیرا حمید

خسارہ

رات کی رم زدہ (وحشت ناک) جھولی میں دیو قامت مجسمۂ نفس کود پھاند کر فلک پاش قہقہے لگا رہا تھا۔

رم زدہ شب فلک تا خاک نام نہاد انسانوں کے چار اطراف رقصاں تھی۔

اتر کر گھوم رہی تھی۔

گھوم کر لپٹ رہی تھی۔

اور بجھ کر جل کر بھڑک رہی تھی۔

کیونکہ اسی رات عاصرہ کی چیخ گھر کے کونے کونے میں پھیل کر کائنات کے ذرّے ذرّے کو گواہ بنا ساتھ لا رہی تھی۔

کیونکہ یہ عاصرہ ہی تھی جو فیروزہ کی اماں تھی۔

اور یہی عاصرہ تھی جو صاحب اولاد نہ ہو سکی تھی۔

کیونکہ وہ شادی شدہ نہ ہو سکی تھی۔

عافیہ نے اپنی لاڈلی اکلوتی بیٹی کے منہ سے خون کی ایک پتلی لکیر نکلتے دیکھی تو اس کے اندر ایک دم سے وحشت کا ریلا کود پھاند کر اسے پیچھے بہت پیچھے کی طرف دھکیلنے لگا۔

جیسے دلدل کا سوتا پھوٹتا ہو۔۔۔ جو اتنی آہستگی سے 'اتنے توازن سے گہرے پاتال میں لے جاتی ہے کہ دھنسنے والے کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ وہ اندر ہی اندر دھنس رہا ہے یا دلدل کو اپنے ساتھ لیے اوپر اٹھ رہا ہے۔

فیروزہ ہوش تھی۔۔۔ بے ہوش تھی یا۔۔۔ یا۔۔۔

اس یا کے آگے بہت کچھ تھا۔ اس یا کے پیچھے بھی بہت کچھ تھا۔

اس کی بیٹی آنکھیں نہیں کھول رہی تھی۔۔۔ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن ہے۔۔۔ فیروزہ۔ لیکن تین بیٹوں کی اکلوتی ماں کی آنکھیں کھل سی گئی ہیں۔ اسی بیٹی کی ماما اس کے پیروں کی طرف کھڑی ہے 'ساکت' خاموش اسی بیٹی کی اماں جانی اس کے سرہانے بیٹھی باؤلی سی ہو رہی ہے۔

"فیروزہ۔۔۔" اس کی اماں جانی نے چیخ ماری۔

"تھیں۔۔۔ بھابھی! جلدی فون کریں ڈاکٹر کو۔۔۔ دیکھیے اسے کیا ہوا ہے' یہ ایسے کیسے' اسے کیا ہوا ہے' بھابھی۔۔۔ فیروزہ!" ایک پاگل دوسری پاگل کو جھنجوڑ رہی تھی۔

تیسرا صحیح الدماغ بشر ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ خاموش۔۔۔ جواب الجواب۔

خون کی ایک لکیر اس کی ناک سے بھی نکل رہی تھی۔

نقص کی ایک لکیر اس کے نفس پر بھی پھری تھی۔

فیروزہ کے دماغ کی رو یقیناً" کل رات غلط سمت بھاگی دوڑی ہو گی۔

غلطی کی طرف۔۔۔ ناسمجھی کی طرف۔۔۔ لاعلمی سے۔۔۔

اس کی ماما کی رو بھی بھاگی دوڑی تھی۔۔۔ غلطی۔۔۔ غلط۔۔۔ گناہ کی طرف۔

"فیروزہ!" ماں اس کا سر گود میں رکھ کر اسے چوم رہی تھی' اسے مار رہی تھی' اس کے کانوں کے پاس چلا رہی تھی۔

"فیروزہ!" ماما جانی جواب الجواب کھڑی دلدل ہوتی

زمین میں دھنس دھنس گئی۔ اپنی بیٹی سے نظریں ہٹاتے بچاتے' اس کی نظریں عاصرہ تک آکر مجسم انجام بن چکی تھیں۔

عافیہ' عاصرہ پر اپنی نظریں گاڑے اندر ہی اندر دھنس رہی تھی۔ اپنی بیٹی کے سرہانے سے پھوٹتی موت کے پرندے کی پھڑپھڑاہٹ اسے دہلا رہی تھی۔

پر اب دیر ہو گئی تھی۔ اعمال کے پرندے کے پروں پر اس نے سیاہی پھیر دی تھی۔۔۔ حضرت انسان ملامتی شیطان کیوں بنا؟ پختہ عمر کی بن بیاہی عاصرہ' فیروزہ کا سر گود میں رکھے تڑپ رہی ہے۔ اس کی بیٹی اور اپنی بیٹی جیسی فیروزہ کے لیے۔

پختہ عمر کی عاصرہ کبھی چھوٹی عمر کی فیروزہ تھی۔ جب وہ بتیس سال کی تھی تب۔۔۔ جب وہ اس کی اکلوتی بھابھی بنی تھی تب سے پہلے خاص کر۔

وہ گہرے سانولے رنگ کی تھی۔ اور یتیم تھی۔ اپنے بڑے کنبے کا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے اس کی اتنی عمر

ہوگئی لیکن شادی نہ ہوئی۔۔۔ پھر اس سے آٹھ سال چھوٹے' آٹھ جماعتیں پاس گاؤں کے رہائشی کا رشتہ آیا تو شہری نوکری یافتہ لڑکی کو اس کی ماں نے گاؤں کے رہائشی سے بیاہ دیا۔ فرقان دراز قد اور خوب صورت تھا' بس وہ پینڈو تھا۔ سیدھا سادہ تھا اور سیدھی سادی ہی اس کی چھوٹی بہن تھی۔ "عاصرہ"

ان کی ماں عاصرہ کی پیدائش سے فوت ہوئی تھیں اور باپ جب عاصرہ دس سال کی ہوئی تب۔ فرقان کو ایک گھر سنبھالنے والی چاہیے تھی بس۔۔۔ اسے عافیہ کے گہرے سانولے رنگ سے مطلب تھا نہ اس کی عمر سے۔۔۔ گاؤں کا گھر بکوا کر عافیہ انہیں شہر لے آئی۔ دونوں کچھ ایسے تھے کہ جو ریڈیو پر سُن لیا وہی سچ۔ جو اخبار میں پڑھ لیا وہ سچ۔۔۔ یہ سچ اور سچ ان کے لیے عافیہ بن گئی۔ شہر والی تھی۔ بہت پڑھی لکھی تھی اور عقل مند تو بہت ہی زیادہ تھی۔

فرقان پیٹرول پمپ پر نوکری کرنے لگا اور عافیہ پھر سے آفس جانے لگی۔ گاؤں میں عاصرہ باقاعدگی سے اسکول جاتی تھی۔ گاؤں چھوڑا تو اسکول بھی چھوڑا۔ عافیہ نے کہا کہ وہ اگلے سال اس کا اسکول میں داخلہ کروا دے گی' لیکن اگلے سال کیا کسی بھی سال اس کا داخلہ نہ ہو سکا کیونکہ اس کی بھابھی سچ اور سچ تھی اور وہ بے چاری سی عاصرہ اگر وہ اسکول جاتی تو گھر کے کام کون کرتا۔ عاصرہ ہی صبح ان دونوں کو ناشتا بنا کر دیتی تھی۔ برتن' صفائی' دوپہر کا کھانا وہ سب بڑی پھرتی سے کرتی۔۔۔ بن ماں کے پلی تھی۔ چودہ سال کی عمر سے ہی اسے سب کرنا آتا تھا۔

عافیہ آفس سے تھکی آتی تو آکر سو جاتی۔۔۔ شام میں عاصرہ سبزی بنا دیتی' دل چاہتا تو عافیہ سالن بنا لیتی ورنہ سالن' آٹا' روٹی عاصرہ سب خاموشی سے کیے جاتی۔

اس "سب کرنے میں" اسے اسکول بھیجنے کی غلطی کون کرتا؟

"بھابھی سال گزر گیا؟" وہ آئے دن بڑی آس سے سوال کرتی۔

"نہیں۔۔۔" وہ جھٹ کہتی۔

دونوں گاؤں کے رہائشی' سیدھے سادے نہ انہیں ایڈمیشن منتھ کا پتا تھا نہ شہری اسکولوں کے قواعد و ضوابط کا۔۔۔

"اسے اسکول داخل کروا دو عافیہ!" ایک دن فرقان نے کہا جب بار بار کہنے لگا تو ناچار عافیہ اسے اسکول لے گئی' پرنسپل نے عاصرہ کے سامنے کہا۔

"ایڈمیشن تو نہیں ہو سکتا۔"

عاصرہ کو کیا بات سمجھ میں آتی عافیہ نے ہی سمجھائی کہ پرنسپل صاحبہ کہہ رہی ہیں کہ تم گاؤں کے اسکول سے پڑھ کر آئی ہو تو گاؤں کی پڑھائی یہاں نہیں چلتی۔ انہیں تمہارا ٹیسٹ لینا ہو گا اور وہ ٹیسٹ سال بعد نہیں پورے دو سال بعد ہو گا۔

"دو سال بعد بھابھی۔۔۔ دو سال مطلب؟"

"اگلے سے اگلے سال ہو گا ٹیسٹ۔۔۔"

"میری تو تین جماعتیں رہ جائیں گی بھابھی۔"

"میں کیا کر سکتی ہوں۔ بس اب یہی ہوتا ہے یہاں۔"

عاصرہ پھر سے دو سال کے لمبے انتظار میں جا پڑی۔۔۔ فرقان سے کہہ دیا' پرنسپل نے انگلش میں کچھ سوال جواب کیے تھے' عاصرہ نے ان کے جواب نہ دیے۔ انہوں نے کہا' فی الحال گھر میں پڑھاؤ اور عاصرہ سے کچھ نہ پوچھنا۔ اس کا دل چھوٹا ہو گا۔"

فرقان کتابیں لایا کہ عاصرہ گھر میں رہ کر پڑھے۔ چند دنوں بعد عافیہ نے کتابیں اٹھا کر رکھ دیں کہ "چھوٹا جاذب پھاڑ دے گا جب اسکول جاؤ گی تو نکال لینا۔"

عافیہ آفس جاتی رہی۔ وہ جاذب کو سنبھالتی۔ اس کا فیڈر بناتی' اسے کھلاتی' بہلاتی اور تھک کر اس کے ساتھ ہی سو جاتی۔

اگلے سال حماد آگیا۔۔۔ عاصرہ کے پاس اب دو بچے ہو گئے۔ عافیہ اپنے میکے والوں کے سامنے فخر سے کہتی۔

"میرے بچے میرے پاس نہیں آتے اور عاصرہ کے پاس سے نہیں جاتے خیر سے۔ بہت پیار کرتی ہے ان کی پھوپھو جانی ان سے۔۔۔ ہے کوئی عاصرہ جیسی پھوپھی کسی اور کے پاس۔۔۔"

عاصرہ اپنی تعریف سن کر پھولے نہ سماتی۔۔۔ خاص کر شہری کھانے کھانے والوں اور ٹانگ پر ٹانگ جما کر بڑے بڑے صوفوں پر بیٹھنے والوں کے سامنے تو اسے لگتا کہ اس کی زندگی کا حاصل وصول ہو گیا۔

وہ اور بھاگ بھاگ کر جاذب اور حماد کے کام کرتی۔۔۔ ماسی آتی' گھر کی صفائی کر جاتی اور وہ دونوں بچوں کو دیکھتی۔

دو سال گزرے۔۔۔ تین بھی گزر گئے۔۔۔ درمیان میں جب جب وہ اسکول کا سوال کرتی بھابھی کچھ یوں جواب دیتی اسے۔

"عاصرہ! یہ سرکاری اسکولوں کے استاد بہت مارتے ہیں۔۔۔ میری اماں کے ادھر ساتھ والی خالہ کی نواسی کے بازو کی ہڈی توڑ دی۔۔۔ یہ شہر ہے نا یہاں یہ سب ہوتا ہے۔ کوئی کسی کو کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"یہ جو اسکول ہوتے ہیں نا گندی سندی زمینوں پر بناتے ہیں۔۔۔ خاص کر قبرستانوں کی زمین پر۔۔۔ اور یہاں جنوں' چڑیلوں کے سائے ہوتے ہیں۔۔۔ ابھی پچھلے ہفتے اخبار میں خبر آئی کہ ایک بچی کی لاش ملی اسکول کے باتھ روم سے۔۔۔ ایک بچی چھت سے گر کر اپنی دونوں ٹانگیں تڑوا بیٹھی۔۔۔ ایک کا اندھیرے میں کسی بلا نے گلا دبا دیا۔۔۔ تڑپ تڑپ کر بچی مر گئی۔۔۔ اگلے دن لاش اسکول کے بند گٹر سے ملی۔۔۔ میرا تو دل کانپ جاتا ہے یہ سوچ کر کہ تو بھی اسکول جائے گی۔۔۔ میرے بس میں ہو تو کبھی اپنی پیاری عاصرہ کو اسکول نہ جانے دوں۔ یہ شہروں کے اسکول' ان سے تو موت اچھی ہے۔"

بے چاری عاصرہ سہم سہم جاتی۔

فرقان کو یاد آتا تو کہتا۔

"عاصی! تو کیوں نہیں جاتی اسکول۔۔۔ کتنی بار کہہ چکا ہوں' اپنی بھابھی کے ساتھ جا اور داخلہ لے لے۔"

وہ صاف کہنے لگی۔

"مجھے نہیں جانا بھائی جان! اسکول۔۔۔ نہیں پڑھنا مجھے۔"

نہ وہ گئی نہ وہ پڑھی۔۔۔ وہ بڑی ہوتی گئی۔۔۔ گھر اور بچے سنبھالتی رہی۔۔۔ تین بھتیجوں کی پھوپھو جانی بن گئی۔۔۔ چوبیس سال کی ہو گئی۔۔۔ فرقان قطر چلا گیا۔۔۔ عافیہ نے ہی بھیجا۔ اسے بڑا گھر چاہیے تھا۔۔۔ گاڑی لینی تھی اسے۔

☼ ☼ ☼

نفس کی کلائی تھامے کاش کبھی تو انسان ذرا کی ذرا رک کر دیکھے کہ وہ نفس کے ساتھ کس راستے پر بھاگتا چلا جا رہا ہے۔

کبھی ایک لحظے کے لیے وہ سر جھکا کر اپنے پیروں کے نشانات پر تو غور کرے کہ وہ کس پاتال کی طرف جا رہے ہیں۔

کبھی تو وہ سر اٹھا کر آسمان والے کو دیکھے اور اس کی مانے۔

"ہر انسان گھاٹے کا سودا ہی کرنے والوں میں سے ہے۔"

اس کا سودا۔۔۔ "عاصرہ" بستر پر آہ و بکا کر رہی ہے۔

اس کا گھاٹا "فیروزہ" بستر پر بے حس ہوتا جا رہا ہے۔

اور کبھی تو انسان اپنے "سودے" اور اپنے "گھاٹے" کے بارے میں سوچے۔۔۔ کبھی تو۔۔۔

وہ آفس جاتی۔۔۔ ورنہ سیر سپاٹے کرتی رہتی۔۔۔ یہاں جا' وہاں جا۔۔۔ گھر کی طرف سے مکمل بے فکری۔۔۔ اس کی زندگی اب ہی تو سہل ہوئی تھی' زندگی سے اب ہی تو اس نے لطف لینا شروع کیا تھا۔ پہلے ذمہ داریاں تھیں اور شادی نہ ہو سکنے کا خوف۔۔۔ اب جو ذمہ داریاں تھیں' وہ عاصرہ کی تھیں۔۔۔ اس کے پاس پیسے تھے۔ اچھے ملبوسات تھے۔ وہ زیورات پہن کر گھنٹوں باتیں کرتی رہتی کافی کا مگ ہاتھ میں لے کر' اسے پروا تک نہ ہوتی کہ اس کے بچے سوئے ہیں یا نہیں انہوں نے کھانا کھایا ہے ٹھیک سے کہ نہیں۔

فرقان کے فون پر فون آتے۔

"کوئی رشتہ دیکھا۔۔۔ کوئی رشتہ آیا؟"

"دیکھا تھا۔۔۔ عافیہ کو پسند بھی کر گئے۔۔۔ لڑکا چرسی نکلا۔"

"لڑکے کی دکان ہے' اپنی الیکٹرونکس کی۔۔۔ لڑکا شراب پیتا ہے۔۔۔ کردار بھی بہت خراب ہے۔"

"اچھے رشتے کہاں ملتے ہیں اتنی جلدی۔۔۔ دیکھ تو رہی ہوں۔۔۔ ہزار لوگوں کو کہہ رکھا ہے اور کیا کروں۔"

سال بعد فرقان آیا۔۔۔ رشتے والی کو بلایا۔۔۔ عافیہ نے اسی رشتے والی کو الگ سے بلایا۔ "کہنا لڑکی بی اے پاس ہے۔"

"لیکن لڑکی کا بھائی تو کہہ رہا ہے کہ یہ چھ' سات پاس ہے۔"

"جو کہا ہے وہ کرو آپا! بس یہی کہہ کر رشتہ دکھنا۔"

آپا بی اے پاس کا کہہ کر پڑھے لکھے خاندان کو لے آئی۔۔۔ لڑکی انہیں پسند آگئی۔۔۔ بات پکی ہو گئی۔۔۔ بعدازاں انہیں کہیں سے پتا چلا کہ لڑکی پانچ پاس بھی نہیں۔۔۔ منگنی ٹوٹ گئی۔۔۔ جب منگنی ہوئی تو فرقان واپس چلا گیا کہ واپسی پر شادی ہو گی۔ وہ وہاں اچھے خاندان کو دینے کے لیے جہیز اکٹھا کرتا رہا۔۔۔ یہاں رشتے آتے رہے۔ بنتے گئے۔ ٹوٹتے گئے۔۔۔ کبھی لڑکا جواری نکل آتا۔۔۔ کبھی شرابی' کوئی شادی شدہ ہوتا۔۔۔ کسی کے چار' چھ بچے ہوتے۔

گاہے بگاہے۔۔۔ بھابھی عافیہ نند عاصرہ کو پاس بٹھائے گپ شپ کرتی رہتی۔

"میرے بس میں ہوتا تو کبھی شادی نہ کرتی۔۔۔ ابھی بھی کہاں کر رہی تھی میری اماں نے زبردستی کر دی۔"

"کیوں بھابھی؟"

"ذلالت ہے عاصی۔۔۔ نری ذلالت۔۔۔ بددعا ہے عورت کو شادی۔۔۔ پنجرہ ہے جس میں دم گھٹتا ہے' نہ عورت مرتی ہے' نہ جیتی ہے' لعنت کا طوق ہے یہ۔۔۔"

"ہائے بھابھی! کیوں؟"

"جوتی کی نوک پر رکھتا ہے شوہر۔"

"فرقان بھائی جان تو بہت اچھے ہیں بھابھی!"

"مجھ سے پوچھ' کتنے اچھے ہیں۔۔۔ گھونگھٹ اٹھاتے ہی تیرے بھائی نے میرے منہ پر تھوک دیا تھا۔۔۔ کہتا' دوزخی' لعنتی' چڑیل۔۔۔ اور کیا بتاؤں۔ کیا نہیں کہا مجھے۔۔۔ ہزار بار دھتکارا ہے مجھے۔۔۔ کہتا ہے میں ہوں ہی اسی لائق۔۔۔ میرا رنگ۔۔۔ میری شکل سب خدا نے ہی بنائی ہے نا عاصی۔۔۔ پر ان مردوں کو کون سمجھائے۔۔۔ انہیں تو حوریں چاہئیں۔ اسی لیے تو ہر دوسری عورت کے پیچھے بھاگتے ہیں۔۔۔ مجھے تو تیرے لیے ڈر لگتا ہے عاصی! تیری تو آنکھ پر سورج گرہن بھی ہے۔۔۔ یہ اتنا بڑا سیاہ دھبہ۔۔۔ تیرا شوہر نجانے کیسے کیسے تھوکے گا تجھ پر۔"

عاصی سیاہ دھبے جیسی سیاہ ہو جاتی۔

"فرقان بھائی جان۔۔۔ وہ تو ایسے نہیں تھے بھابھی!"

"وہ بھائی ایسا نہیں۔۔۔ باپ ایسا نہیں' پر شوہر ایسا ہی ہے عاصی۔۔۔! سارے شوہر ایسے ہی ہوتے ہیں؟"

"سارے بھابھی؟"

"ہاں سارے۔۔۔ میری چھوٹی بہن جس کی شادی میں تم بھی گئی تھیں۔ شادی کے پہلے ہی دن شوہر نے چٹیا پکڑ کر سر دیوار سے دے مارا۔۔۔ کئی دن ہوش میں نہیں آئی تھی۔۔۔ اماں تو بات ہی چھپاتی رہیں۔"

"بھابھی۔۔۔ رخشندہ آپی تو اتنی اچھی ہیں۔۔۔ اتنی خوب صورت۔۔۔"

"یہ مرد ذات ایسی ہی ہوتی ہے۔۔۔ اس کے شوہر نے کہا۔ میرے جوتے صاف کر دو۔۔۔ اس نے صرف اتنا کہا۔ ابھی تھوڑی دیر میں کر دیتی ہوں۔۔۔ کہتا فوراً" کیوں نہ کیے۔۔۔ اتنا مارا اتنا مارا۔۔۔ کہ کیا بتاؤں۔۔۔ اور کیا کیا بتاؤں تجھے۔۔۔ مجھے تو وحشت ہوتی ہے۔"

وحشت عاصرہ کو بھی ہونے لگتی۔ اس کا دم سا گھٹنے لگتا۔۔۔ سالوں سے بھائی کے گھر کی چار دیواری میں ہی رہتی رہی تھی۔۔۔ نہ دنیا دیکھی تھی' نہ دنیا داری۔۔۔ اس کی چیت بھی بھابھی تھی پٹ بھی۔۔۔ وہ کیسے رماز (پہیلی کہنے والی) بھابھی کی رمز جان جاتی۔

سہم سہم جاتی۔۔۔ دہلی دہلی رہتی۔

گاہے بگاہے بھابھی تیر چھوڑتی رہتی۔

"میری کولیگ کی بہن کی شادی ہوئی تھی پچھلے مہینے۔۔۔ خدا دشمن کو ایسے دن نہ دکھائے جو اس کی بہن نے دیکھے۔۔۔ ہفتے کے اندر اندر طلاق دے دی۔۔۔ طلاق سے پہلے کمرہ بند کر کے چمڑے کی بیلٹ سے مارا۔۔۔ کہتا تھا بد کردار ہے۔"

"کسی لڑکے کے ساتھ چکر تھا لڑکی کا؟"

"چکر وکر کچھ نہیں تھا۔۔۔ پانچ وقت کی نمازی تھی تمہاری طرح۔۔۔ دنیا کا پاک باز سے پاک باز مرد بھی شک سے پاک نہیں ہوتا عاصی۔۔۔ اپنے بھائی کو ہی دیکھ لو۔۔۔ جب فون کرتا ہے' ہزار ہزار سوال پوچھتا ہے۔۔۔ کیا میں نہیں جانتی۔۔۔ شک کرتا ہے مجھ پر۔۔۔ کہاں گئی تھیں۔۔۔ کس کے ساتھ تھیں۔۔۔ اور اپنے بھائی سے ذکر نہ کرنا۔۔۔ مجھے بہت گندی گندی گالیاں دیتا ہے۔۔۔ بہت دل دکھتا ہے میرا۔۔۔ کاش میں نے شادی نہ کی ہوتی۔۔۔ اندر سے تو مر چکی ہوں میں۔"

عاصرہ فون پر بھی اپنے بھائی سے بات کرنے سے کترانے لگی۔

"بھائی کا فون آیا ہے۔۔۔ تجھے بلا رہا ہے' بات کر لے۔" سنتے ہی اس کا رنگ سیاہ ہو جاتا۔۔۔ فرقان اتنی باتیں کرتا رہتا اور وہ ہوں ہاں کر کے بھاگنے کی کرتی۔۔۔ رہ رہ کر یہی خیال ستاتا کہ اس کا بھائی ایسا گندا ہے کہ عافیہ جیسی نمازی بیوی کو گالیاں دیتا ہے۔

نمازی بھابھی نت نئے قصے' کہانیاں اسے سناتی رہتی۔۔۔ وہ رات رات بھر نہ سو سکتی۔

"میری دور کی ایک خالہ ہیں۔۔۔ ان کی بیٹی کو اس کے شوہر نے جلا ڈالا' توبہ! بڑا کہرام مچا تھا عاصی۔۔۔ کسی چھوٹی سی بات پر میاں' بیوی میں جھگڑا ہو گیا۔۔۔ اور اس نے دوپٹے کے بل دے کر پہلے اس کا گلا دبایا' جب مر گئی تو تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔۔۔ بس کچھ نہ پوچھو۔۔۔ عاصی! میں تو دہل گئی۔ بس دعا کرتی ہوں تیری کبھی شادی نہ ہو' اگر میری کوئی بیٹی ہوتی تو قسم سے کبھی اس کی شادی نہ کرتی' مر جاتی اسے اس عذاب میں نہ ڈالتی۔"

اس عذاب میں پھر عاصرہ بھی کیوں جاتی۔

فرقان آیا' پھر سے عاصرہ کے رشتے کے لیے دوڑ دھوپ کرنے لگا۔

"یہ دیکھ تیرے بھائی نے رات مجھے مارا ہے۔" کہیں رات میں وہ غسل خانے میں پھسل گئی تھی۔

"کیوں مارا بھائی نے؟" وہ نئے سرے سے سہم گئی۔

"وہی شک۔۔۔ رات کو اپنے بھائی سے فون پر بات کر رہی تھی۔ کہتا ہے کہ کوئی اور تھا۔۔۔ میرا سر دیوار پر دے مارا۔"

"مجھ پر بھی کرتے ہیں شک؟"

"تو تو بہن ہے۔۔۔ تیرا شوہر کرے گا تجھ پر۔۔۔ لکھ لے۔۔۔ ہائے میرا تو جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔"

"میں شادی ہی نہیں کروں گی بھابھی۔" پہلی بار اس نے اعلان کیا۔

"تیرے بھائی کو کون سمجھائے۔"

فرقان نے ایک رشتہ ڈھونڈ نکالا۔۔۔ عاصی کی عمر زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔ اب رشتے ملنے میں بہت مشکل ہوتی تھی۔

عاصی کو ہسٹریائی دورے پڑنے لگے' کہتی جاتی۔

"مجھے شادی نہیں کرنی۔۔۔ مجھے بچالو۔۔۔ مجھے بچالو۔۔۔"

بچاتا کون۔۔۔ جسے بچانا تھا' وہ تو ڈبو رہا تھا۔

فرقان بہت پریشان رہنے لگا۔

"کیا ہوا ہے عاصی کو۔۔۔ یہ کیوں کرتی ہے ایسے؟"

"پتا نہیں کیا الٹا سیدھا سوچتی رہتی ہے۔۔۔ کوئی آپ کا چچا کا بیٹا تھا۔۔۔ اس کی شادی ہو گئی تو کہتی ہے اسے پسند کرتی تھی۔"

"وہ تو چھوٹا تھا عاصی سے۔۔۔ لیکن اگر تمہیں بتا دیتی تو میں چچا سے بات کر لیتا۔۔۔ اب تو اس کی شادی ہو گئی ہے۔"

"شاید اسی کا روگ پال لیا ہے عاصی نے۔"

"پر شادی تو کرنی ہے نا عاصی کی۔۔۔ ویسے ہی اتنی عمر ہو گئی۔"

جب جب کوئی رشتہ آتا' عاصرہ کو دورے پڑنے لگتے۔ اس کی حالت اور سے اور بگڑنے لگی۔۔۔ عافیہ

کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس بھی بھیجا۔۔۔ عافیہ ڈاکٹر کو اپنی من پسند کہانیاں سنا کر دوا لے آتی۔ عاصرہ وہ دوا کھاتی رہی۔

ساتھ ساتھ چھوٹے موٹے قصے‘ کہانیاں عافیہ اس کے گوش گزار کرتی رہی‘ کچھ اس لیے بھی زیادہ کہ وہ تیسرے بیٹے کے ۔۔۔ سات سال بعد پھر سے ماں بنی تھی۔۔۔ فیروزہ کی ماں۔۔۔

عافیہ نے فیروزہ کو عاصرہ کی گود میں دیا۔ ”آج سے یہ تمہاری ہے۔“

عاصرہ نے آج تک لڑکے ہی پالے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ مردوں سے اس کا دل برا ہونے لگا تو وہ جاذب‘ حماد‘ احمد سے بھی دور ہونے لگی۔۔۔ اس کے ذہن میں یہی خیال آتا کہ ہیں تو یہ بھی مستقبل کے شوہر ہی ناں۔۔۔ عورت کو جوتی کی نوک پر رکھنے والے۔

پہلی بار لڑکی ملی تو وہ جیسے مکمل سی ہو گئی۔۔۔ اسے اپنی ہم جنسوں سے ہی محبت تھی۔۔۔ فیروزہ کے لیے اس کی محبت جنون کی حد تک بڑھنے لگی۔

فرقان قطر میں کسی کو دیکھ کر پسند کر چکا تھا۔ رشتہ بھی پکا کر چکا تھا۔

”فرقان نے پھر سے اپنے جیسے کسی شقی کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے۔“

”آپ ان سے کہتیں کیوں نہیں کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔“

”میں تو یہی چاہتی ہوں۔۔۔ یہ گھر ہے۔۔۔ کتنا سکون ہے یہاں۔۔۔ نہ کوئی مارنے والا‘ نہ گالیاں دینے والا‘ نہ کوئی ذلیل کرنے والا۔۔۔ فیروزہ تمہارے پاس ہے۔۔۔ اچھا کھاتی ہو‘ پہنتی ہو۔۔۔ شوہر کی مار تو نہیں کھانی پڑتی نا۔۔۔ لیکن تمہارے بھائی کو تمہارا سکون پیارا نہیں ہے۔“

”بس بھائی سے کہہ دیں بھابھی! مجھے شادی نہیں کرنی۔“ وہ اس نومولود بچے سی نظر آنے لگتی جو آسمان پر بجلی کی چمک دیکھ کر سہم کر کئی کئی گھنٹے روتا رہتا ہے۔ بجلی پھر چمکتی ہے‘ وہ پھر سے روتا ہے‘ کوئی اختیار ہی نہیں۔

”تم خود کہہ دو اپنے بھائی سے۔“

”مجھے بھائی سے ڈر لگتا ہے بھابھی۔“

”ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ شادی ہو گئی تو روز ڈرو گی۔۔۔ ہمت کرو۔۔۔ پھر نہ کہنا مجھے۔۔۔ سمجھا رہی ہوں اب۔“

جب کبھی کوئی ملنے جلنے والا اس کی شادی کی بات کرتا اس کا سارا خون جیسے نچڑ سا جاتا۔۔۔ سر چکرانے لگتا۔۔۔ اس کا دل دھاڑیں مار مار کر رونے کو چاہتا۔۔۔ سوچ سوچ کر وہ ڈھانچہ بننے لگی۔۔۔ باہر بیٹھا فرقان الگ پریشان تھا جو چھ مہینے بعد آنا تھا‘ وہ پہلے ہی آگیا۔

بالا ہی بالا سب تیاریاں کرنے لگا۔۔۔ شادی کی تاریخ رکھ دی اور نکاح سے ٹھیک ایک ہفتہ پہلے اس نے چوہے مار گولیاں کھالیں۔۔۔ فرقان دم بخود رہ گیا۔۔۔ یہ کیا ہو گیا۔۔۔ اسپتال میں پاگلوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتا رہا۔

اس کی جان بچ گئی۔

اس کی شادی ٹوٹ گئی۔

اس کی عمر بڑھتی گئی۔۔۔ وہ فیروزہ کی اماں جانی بن گئی۔

اگر تخلیق سے عورت کی تکمیل ہوتی ہے تو اس نے اپنی تکمیل فیروزہ سے کرلی۔

عاصرہ‘ فرقان کی اکلوتی بہن ایک اکلوتی ہی رہ گئی۔

✡ ✡ ✡

عافیہ‘ فیروزہ کی اکلوتی ماما عیش پسندی میں گھر گئی۔

عاصرہ کی ماتمی آوازیں کائنات سے گواہوں کے گواہ اٹھا کر لا رہی ہیں۔

”یہ کیا ہو گیا؟“ وہ پوچھ رہی ہیں۔

”یہ جواب ہے۔“ وہ بتا رہی ہیں۔

”یہ کیسا عذاب ہے؟“ وہ دلیل مانگ رہی ہیں۔

”کس نے کہا‘ یہ عذاب ہے۔۔۔ یہ تو بھگتان ہے۔“

فیروزہ نے ایک بھی آواز کا جواب نہیں دیا۔ اس نے ایک بار بھی آنکھیں کھول کر دنیا کی رنگینی کو نہیں دیکھا۔ فی الحال وہ آنکھیں موندے پڑی ہے۔

فرقان نے باہر بہت کمایا۔۔۔ عافیہ نے نیا بنگلہ لے

لیا۔ چوکیدار اور ڈرائیور بھی آگئے۔ دو کام والیاں بھی... لیکن فیروزہ کی دیکھ بھال عاصرہ نے ہی کی۔

عافیہ کے پرس میں پیسوں کی جگہ کریڈٹ کارڈز نے لے لی۔

فیروزہ اسکول آتی جاتی' سوتی جاگتی' کھاتی' کھیلتی' صرف اپنی اماں جانی کے ساتھ... اماں جانی اس کے منہ میں نوالے بنا' بنا کر رکھتی۔ ایک اسے کھلاتی' ایک خود کھاتی۔

دونوں ایک دوسرے کا دم چھلا بن گئیں۔

عاصرہ کہتی "سو جاؤ فیروزہ...!" فیروزہ اگلا سوال نہ کرتی اور جھٹ آنکھیں بند کر لیتی۔ اب قیامت آئے یا طوفان۔ یہ آنکھیں اماں جانی کے کہنے پر ہی کھلیں گی۔

عاصرہ کہتی "فیروزہ! تمہیں کلاس میں فرسٹ آنا ہے۔" فیروزہ اس وقت تک اپنے ٹیوٹر کی جان نہ چھوڑتی' جب تک فرسٹ آنے جتنا پڑھ نہ لیتی۔

عاصرہ اسے اسکول چھوڑنے جاتی' اسکول سے لے کر آتی اور رات کو نہ جانے کون کون سی کہانیاں سنا کر سلا دیتی۔

لوگ کہتے "فیروزہ تو عاصرہ کی بیٹی ہے" خود فیروزہ یہی کہتی... عافیہ کو اس سے فرق نہیں پڑتا کہ لوگ کیا کہتے ہیں... اس نے ایک آرام دہ... سہل... اپنی مرضی کی زندگی گزاری تھی۔ اسے کوئی ذمہ داری اٹھانی نہیں پڑی تھی کبھی... وہ خود کو خوش قسمت سمجھتی تھی۔ اس نے اپنی بہنوں اور دوستوں کو بھی یہی مشورے دیے تھے کہ اپنی نندوں کو اپنی مٹھی میں کرو اور گھر ان کے سپرد کر دو... لیکن وہ اس کی طرح اتنی کامیاب نہیں ہو سکی تھیں' ایک تو ان نندوں کی مائیں حیات تھیں' دوسرا وہ عاصرہ جیسی نہیں تھیں' جس کے لیے ایک بھابھی ہی "سچ مچ" تھی بس۔

تو چاروں بچے عافیہ کے ہی تھے۔ لیکن انہیں پال عاصرہ نے دیا تھا۔ بیٹے اسے پھوپھو جانی کہتے۔ بیٹی "اماں جانی۔ کیا فرق پڑتا تھا۔ پڑا بھی تو وہ صرف' فرق نہ رہا۔ کبھی کبھی عافیہ تھوڑا سا چڑ جاتی' جب فیروزہ ہر وقت عاصرہ کے ساتھ ہی چپکی رہتی... خاندان کی کسی تقریب' شادی بیاہ میں پہلے تو وہ جاتی ہی نہ' لیکن اگر عافیہ سختی کرتی تو وہ چلی جاتی' لیکن عاصرہ کے ساتھ ہی چپکی رہتی۔

عاصرہ دلہن کے پاس جائے گی تو ہی فیروزہ جائے گی۔

عاصرہ پھولوں کی پلیٹ لے کر استقبال کے لیے کھڑی ہو گی تو ہی وہ کھڑی ہو گی۔

اور تو اور عاصرہ لپ اسٹک لگائے گی۔ بال کھولے گی تو ہی وہ لپ اسٹک لگائے گی' بال کھولے گی۔

اگر وہ عاصرہ کی ساری باتیں مانتی تھی تو عاصرہ بھی اس کی مانتی تھی۔ دونوں سوال اندر جواب تھیں ایک دوسرے کے لیے۔ فیروزہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ تو تھوڑا بہت گھل مل جاتی' لیکن ہم عمر کزن لڑکوں سے بالکل نہیں۔

عافیہ اسے اچھے کالج میں داخل کروانا چاہتی تھی۔ لیکن فیروزہ نے داخلہ نہ لیا۔ کالج کو ایجوکیشن تھا۔ وہ اپنے بھائیوں سے بھی دور بھاگتی' ہر وقت ان سے چڑی رہتی۔

"تم ہو ہی ایسے۔" اکثر وہ ان پر طنز کرتی۔

جاذب پڑھنے کے لیے باہر چلا گیا۔ حماد بھی پیچھے ہی چلا گیا۔ احمد سے بات کرنا فیروزہ پسند نہ کرتی' نہ اسے یہ پروا ہوتی کہ جاذب اور حماد اسے فون کیوں نہیں کرتے... یا وہ اتنے سالوں سے گھر کیوں نہیں آئے۔

یہ سب باتیں عافیہ نے بہت دیر میں محسوس کیں۔

جب... جب...

اس کی بہن نے اپنے بیٹے کے لیے فیروزہ کا ہاتھ مانگا... وہ گھر آئی۔ مٹھائی لائی اور باقاعدہ رشتہ مانگ گئی... سالوں سے دونوں بہنوں نے یہی طے کر رکھا تھا۔

سالوں پہلے جو طے کیا تھا... سالوں بعد وہ ہو نہ سکا۔ مٹھائی کے ٹوکرے اٹھا کر فیروزہ نے باہر پھینک دیے۔ ایک دھماکا ہوا... ایک دور لوٹ کر واپس آیا۔ اختتامیہ ڈرامے کے پردے اٹھائے گئے۔

ابھی شو باقی تھا۔

"مجھے شادی نہیں کرنی۔" فیروزہ نے حلق کے بل چلا کر کہا۔

آتش فشانی دھماکوں کی ساری کی ساری آوازیں کسی نے عافیہ کے کانوں کے آرپار کر دیں... وہ فیروزہ کو دیکھتی ہی رہ گئی... اتنی بڑی غلطی اس سے کیسے ہو گئی۔

الف اللہ عاصرہ نے اسے سکھایا تھا۔

"مرد برا" عاصرہ اسے یہ کیسے نہ سکھاتی؟

وہ عاصرہ کی استاد بنی تھی۔ عاصرہ' فیروزہ کی استاد کیونکر نہ بنتی... کیونکر نہ؟

عافیہ کی راتوں کی نیند حرام ہو گئی... وہ فیروزہ کو اپنے ساتھ سلاتی' لیکن یونیورسٹی جانے والی لڑکی اب گیلی مٹی نہیں تھی۔ جس پر ایک انگلی سے کچھ بھی لکھ کر مٹا دیا جاتا... وہ تو... وہ تو... اب وہ پتھر بن چکی تھی' جسے گھر کی محراب کی پیشانی پر لگا دیا جاتا۔ یا قبر کے سرہانے پہ... اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ نئے دور کی لڑکی... اخبارات' ٹی وی' انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا بھر میں ہونے والے مظالم کی زیادہ جانکاری رکھتی تھی۔ اسے سب معلوم تھا کہ ہر سال کتنی عورتیں' شوہروں کے مظالم کے ہاتھوں مر جاتی ہیں یا نفسیاتی مریض بن جاتی ہیں۔ مرد کیسے کیسے عورت کو ٹریٹ کرتا ہے' اسے سب معلوم تھا۔

اور خاص کر اس کی اماں جانی نے شادی نہیں کی تھی تو وہ کیوں کرتی۔

سوچ سوچ کر عافیہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی... عاصرہ کے پاس جائے' اس کے پاؤں پڑے کہ فیروزہ کو سمجھائے... یا فیروزہ پر سختی کرے۔ لیکن عاصرہ کے پاؤں وہ کس طرح پکڑے۔

"مرد برا" سکھانے والی زبان۔

"مرد اچھا۔" کیسے بتائے گی اب بہت دیر ہو گئی تھی... دیر کر دی تھی۔

اسے اس کا ایک ہی حل نظر آیا۔ اپنی بہن کو عافیہ نے ہاں کہہ دی اور دو دن کے اندر' اندر نکاح کے لیے بلوا لیا۔ وہ بڑی خاموشی اور راز داری سے یہ سب کر رہی تھی۔ فرقان کو بھی سو جھوٹ سچ کہہ کر خاموش رہنے کے لیے کہا تھا اور نکاح سے دو دن پہلے رات کو... فیروزہ نے احمد اور عافیہ کی باتیں سن لیں... جو وہ نکاح کی تیاری کے سلسلے میں کر رہے تھے۔

اسے یہ سب بھی بعد میں پتا چلا... نکاح والے دن صبح سویرے جب وہ اٹھی' ملازم نے کہا۔

"کچن میں تو کہیں چوہے نہیں ہیں' باقی گھر میں بھی کہیں نہیں دیکھے۔ آپ نے دوائی کیوں منگوائی۔ چوکیدار کہہ رہا تھا کہ وہ بتانا بھول گیا کہ اسٹور والے نے کہا تھا کہ جہاں دوا رکھو' وہاں سے ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد اٹھا ضرور لینی ہے۔"

رات کے کھانے کے بعد ملازم اس کے پاس آیا۔

"کون سی دوا؟" اس نے مصروف انداز میں پوچھا۔

"چوہے مار دوا... جو آپ نے منگوائی تھی کمروں کے لیے۔"

آدھی رات کو اسے یاد آیا کہ چوہے والی دوا' چوکیدار' ملازم... یہ سب کیا تھا... کیا تھا... وہ اپنے کمرے سے عاصرہ کے کمرے کی طرف بھاگی۔

"فیروزہ کہاں ہے؟" آج کل فیروزہ اسی کے ساتھ سو رہی تھی۔

"فیروزہ... وہ اپنے کمرے میں چلی گئی... گیارہ بجے تک تو میرے ساتھ ہی سوتی رہی... پھر..."

"فیروزہ!" عافیہ نے وہیں کھڑے کھڑے چیخ ماری۔

عاصرہ نے عافیہ کی شکل دیکھی اور انجانے پن سے ہی سہم کر' اٹھ کر فیروزہ کے کمرے کی طرف بھاگی... عاصرہ کی دوڑ عافیہ کی دوڑ سے کہیں زیادہ تھی۔

عاصرہ نے فیروزہ کے کمرے کے دروازے کو دھکا دیا۔

اس دھکے سے عافیہ ڈھیر ہو گئی۔ خاک بوس ہو گئی۔

عاصرہ کی چیخوں سے فرقان' احمد' ملازم سب آگئے تھے۔ فیروزہ کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ عافیہ وہیں ڈھیر بنی پڑی تھی۔ وہ جان چکی تھی' ہونی ہو چکی تھی' موت کا پرندہ زندگی لے اڑا ہے۔

سودا گھاٹے میں گیا ہے... بہت گھاٹے میں۔

☆